رخسانہ نگار عدنان

ایک تھی مثال

عدیل اور فوزیہ نسیم بیگم کے بچے ہیں۔ بشریٰ ان کی بہو ہے اور ذکیہ بیگم کی بیٹی ہے۔ عمران بشریٰ کا بھائی ہے۔ مثال ذکیہ بیگم کی نواسی اور نسیم بیگم کی پوتی ہے۔ بشریٰ اور نسیم بیگم میں روایتی ساس بہو کا تعلق ہے۔ پانچ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد بشریٰ کی نند فوزیہ کا بالآخر ایک جگہ رشتہ طے پا جاتا ہے۔ نکاح والے روز بشریٰ دولہا ظہیر کو دیکھ کر چونک جاتی ہے۔ عدیل سے شادی سے قبل ظہیر کا بشریٰ کے لیے بھی رشتہ آیا تھا مگر بات نہ بن سکی تھی۔ نکاح والے دن فوزیہ کی ساس زاہدہ اور ذکیہ بیگم بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتی ہیں۔ بعد ازاں عدیل کو بھی پتا چل جاتا ہے۔ وہ ناراض ہوتا ہے مگر فوزیہ اور نسیم بیگم کو بتانے سے منع کر دیتا ہے۔ بشریٰ اور عدیل ایک ہفتے کے لیے اسلام آباد جاتے ہیں۔ وہاں انہیں پتا چلتا ہے کہ بشریٰ کے ہاں سات سال بعد پھر خوش خبری ہے۔

عفان اور عاصمہ اپنے تین بچوں اور والد کے ساتھ کرائے کے گھر میں رہتے ہیں۔ عفان کے والد فاروق صاحب سرکاری نوکری سے ریٹائر ہوئے ہیں۔ گریجویٹی اور گاؤں کی زمین فروخت کر کے وہ اپنا گھر خریدنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈیڑھ کروڑ میں زمین کا سودا کر کے وہ عفان کے ساتھ خوشی خوشی شہر آ رہے ہوتے ہیں کہ ڈکیتی کی واردات میں قتل ہو جاتے ہیں۔ عفان کے قریبی دوست زبیر کی مدد سے عاصمہ عفان کے آفس سے تین لاکھ روپے اور فاروق صاحب کی گریجویٹی سے سات لاکھ روپے وصول کر پاتی ہے۔ زبیر گھر خریدنے میں بھی عاصمہ کی مدد کر رہا ہے۔

اسلام آباد سے واپسی پر عدیل دونوں مقتولین کو دیکھتا ہے۔ زاہدہ، نسیم بیگم سے بیس لاکھ روپے سے مشروط فوزیہ کی رخصتی کی بات کرتی ہیں۔ وہ سب پریشان ہو جاتے ہیں۔ عدیل بشریٰ سے ذکیہ بیگم سے تین لاکھ روپے لانے کو کہتا ہے۔

عاصمہ کی مجبوری ہے کہ گھر میں کوئی مرد نہیں۔ اس کا بیٹا ابھی چھوٹا ہے اور سارے کام اس نے خود کرنے ہیں۔ وہ جلد از جلد اپنا گھر خریدنا چاہتی ہے۔ عاصمہ کے کہنے پر زبیر کسی مفتی سے فتویٰ لے کر آ جاتا ہے کہ دوران عدت۔ انتہائی ضرورت کے پیش نظر گھر سے نکل سکتی ہے بشرطیکہ مغرب سے پہلے واپس گھر آ جائے، سو وہ عاصمہ کو مکان دکھانے لے

جاتا ہے۔ اور موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے اور ویرانے میں چھوڑ کر فرار ہو جاتا ہے۔ وہاں سے وہ عدیل کی مدد سے گھر پہنچ جاتی ہے۔

رقم مہیا نہ ہونے کی صورت میں فوزیہ کو طلاق ہو جاتی ہے۔ نسیم بیگم جذباتی ہو کر سواور اس کے گھر والوں کو مورد الزام ٹھہرانے لگتی ہیں۔ اسی بات پر عدیل اور بشریٰ کے درمیان خوب جھگڑا ہوتا ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو دھکا دیتا ہے۔ اس کا ابارشن ہو جاتا ہے۔ عدیل شرمندہ ہو کر معافی مانگتا ہے مگر وہ ہنوز ناراض رہتی ہے اور اسپتال سے اپنی ماں کے گھر چلی جاتی ہے۔ اسی اسپتال میں عدیل عاصمہ کو دیکھتا ہے جسے بے ہوشی کی حالت میں لایا گیا ہوتا ہے۔ عاصمہ اپنے حالات سے تنگ آکر خودکشی کی کوشش کرتی ہے تاہم بچ جاتی ہے۔ نو سال بعد عاصمہ کا بھائی ہاشم پریشان ہو کر پاکستان آجاتا ہے۔ عاصمہ کے سارے حالات دیکھتے ہوئے ہاشم کو پتا چلتا ہے کہ زبیر نے ہر جگہ فراڈ کر کے اس کے سارے راستے بند کر دیے ہیں اور اب مفرور ہے۔ بہت کوششوں کے بعد ہاشم، عاصمہ کو ایک مکان دلا پاتا ہے۔

بشریٰ اپنی واپسی الگ گھر سے مشروط کر دیتی ہے۔ دوسری صورت میں وہ علیحدگی کے لیے تیار ہے۔ عدیل مکان کا اوپر والا پورشن بشریٰ کے لیے سیٹ کروا دیتا ہے۔ بشریٰ کے آنے کے بعد بشریٰ کو مجبور کرتا ہے کہ وہ فوزیہ کے لیے عمران کا رشتہ لائے۔ نسیم بیگم اور عمران کسی طور نہیں مانتے۔ عدیل اپنی بات نہ مانے جانے پر بشریٰ سے جھگڑتا ہے۔ بشریٰ بھی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ عدیل طیش میں بشریٰ کو طلاق دے دیتا ہے اور مثال کو چھین لیتا ہے۔ مثال بیمار پڑ جاتی ہے۔ بشریٰ بھی حواس کھو دیتی ہے۔ عمران بہن کی حالت دیکھ کر مثال کو عدیل سے چھین کر لے آتا ہے۔ عدیل عمران پر اغوا کا پرچا کٹوا دیتا ہے۔

عاصمہ اسکول میں ملازمت کر لیتی ہے مگر گھریلو مسائل کی وجہ سے آئے دن چھٹیاں کرنے کی وجہ سے ملازمت چلی جاتی ہے۔

انسپکٹر طارق دونوں فریقین کو سمجھا بجھا کر مصالحت پر آمادہ کرتے ہیں۔ ذکیہ بیگم کی خواہش ہے کہ عدیل، مثال کو لے جائے، تاکہ وہ بشریٰ کی کمیں اور شادی کر سکیں۔ دوسری طرف نسیم بیگم بھی ایسا ہی سوچے بیٹھی ہیں۔ فوزیہ کی اچانک شادی کے بعد نسیم بیگم کو اپنی جلد بازی پر پچھتاوا ہونے لگتا ہے۔ انسپکٹر طارق، ذکیہ بیگم سے بشریٰ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ذکیہ بیگم خوش ہو جاتی ہیں مگر بشریٰ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

وہ گرین کارڈ کے لالچ میں بشریٰ سے منگنی توڑ کر نازیہ بھٹی سے شادی کر لیتا ہے، پھر شادی کے ناکام ہو جانے پر ایک بیٹے سیفی کے ساتھ ایک طویل عرصے بعد دوبارہ اپنی چچی ذکیہ بیگم کے پاس آجاتا ہے اور ایک بار پھر بشریٰ سے شادی کا خواہش مند ہوتا ہے۔ بشریٰ تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔

بشریٰ اور احسن کمال کی شادی کے بعد عدیل مستقل طور پر مثال کو اپنے ساتھ رکھنے کا دعوا کرتا ہے مگر بشریٰ قطعی نہیں مانتی، پھر احسن کمال کے مشورے پر دونوں بمشکل راضی ہو جاتے ہیں کہ مہینے کے ابتدائی پندرہ دنوں میں مثال بشریٰ کے پاس رہے گی اور بقیہ پندرہ دن عدیل کے پاس۔ گھر کے حالات اور نسیم بیگم کے اصرار پر بالآخر عدیل عفت سے شادی کر لیتا ہے۔ والدین کی شادی کے بعد مثال دونوں گھروں کے درمیان گھن چکر بن جاتی ہے۔ بشریٰ کے گھر میں سیفی اور احسن اس کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے اور عدیل کے گھر میں اس کی دوسری بیوی عفت۔ مثال کے لیے مزید زمین تنگ، بشریٰ اور عدیل کے نئے بچوں کی پیدائش کے بعد پڑ جاتی ہے۔ مثال اپنا اعتماد کھو بیٹھتی ہے۔ احسن کمال اپنی فیملی کو لے کر ملائیشیا چلا جاتا ہے اور مثال کو تاریخ سے پہلے عدیل کے گھر بھجوا دیتا ہے۔ دوسری طرف عدیل اپنی بیوی بچوں کے مجبور کرنے پر مثال کے آنے سے قبل اسلام آباد چلا جاتا ہے۔ مثال مشکل میں گھر جاتی ہے۔ پریشانی کی حالت میں اسے ایک نشئی تنگ کرنے لگتا ہے تو عاصمہ آکر اسے بچاتی ہے۔ پھر اپنے گھر لے جاتی ہے۔ جہاں سے مثال اپنے ماموں عمران کو فون کر کے بلواتی ہے اور اس کے گھر چلی جاتی ہے۔

عاصمہ کے حالات بہتر ہو جاتے ہیں۔ وہ نسبتاً "پوش ایریا" میں گھر لے لیتی ہے۔ اس کا کوچنگ سینٹر خوب ترقی کر جاتا

ہے۔ مثال، واثق کی نظروں میں آچکی ہے تاہم دونوں ایک دوسرے سے واقف نہیں ہیں۔

عاصمہ کا بھائی ہاشم ایک طویل عرصے بعد پاکستان لوٹ آتا ہے اور آتے ہی عاصمہ کی بیٹیوں اریشہ اور اریبہ کو اپنے بیٹوں وقار، وقاص کے لیے مانگ لیتا ہے۔ عاصمہ اور واثق بہت خوش ہوتے ہیں۔

سیفی، مثال پر بری نیت سے حملہ کرتا ہے تاہم مثال کی چیخوں سے سب وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ سیفی الٹا مثال پر الزام لگاتا ہے کہ وہ اسے بہکا رہی تھی۔ احسن کمال بیٹے کی بات پر یقین کر لیتا ہے۔ مثال اور بشریٰ مجبور اور بے بسی سے کچھ کہہ نہیں پاتیں۔ احسن کمال پوری فیملی سمیت دوسرے ملک میں شفٹ ہو جاتا ہے۔ بشریٰ مثال کو مستقل عدیل کے گھر چھوڑ جاتی ہے۔ جہاں عفت اور پریشے اسے خاطر میں نہیں لاتیں۔ واثق کو بہت اچھی نوکری مل جاتی ہے۔ مثال اور واثق کے درمیان ان کہا سا تعلق بن جاتا ہے۔ مگر مثال کی طرف سے دوستی اور محبت کا کوئی واضح اظہار نہیں ہے۔ واثق البتہ کھل کر اپنے جذبات کا اظہار کر چکا ہے۔ واثق، عاصمہ سے اپنی کیفیت بیان کر دیتا ہے۔ عاصمہ خوش ہو جاتی ہے مگر غائبانہ ذکر پر بھی مثال کو پہچان نہیں پاتی۔ واثق عاصمہ کو لے کر مثال کے گھر ملنے جاتا ہے۔ مگر دروازے پر عدیل کو دیکھ کر عاصمہ کو برسوں پرانی رات یاد آجاتی ہے۔ جب زبیر نے عاصمہ کی عصمت دری کر کے اسے ویرانے میں چھوڑ دیا تھا اور عدیل نے عاصمہ کو گھر پہنچایا تھا۔ اگرچہ عدیل نے اس وقت بھی نہیں سمجھا تھا کہ عاصمہ پر کیا بیتی ہے اور اب بھی اس نے عاصمہ کو نہیں پہچانا تھا مگر عاصمہ کو عدیل بھی یاد تھا اور اپنے ساتھ ہونے والا وہ بھیانک حادثہ بھی۔ شرمندگی اور ذلت کے احساس سے عاصمہ کو انجائنا کا اٹیک ہو جاتا ہے۔ واثق دروازے سے ہی ماں کو اسپتال لے جاتا ہے۔ مثال اس کا انتظار کرتی رہ جاتی ہے۔ پھر بہت سارے دن یوں ہی گزر جاتے ہیں۔ ان ہی دنوں عدیل اپنے دوست کے بیٹے فہد سے مثال کا رشتہ طے کر دیتا ہے۔ عفت، مثال کے لیے اتنا بہترین رشتہ دیکھ کر بری طرح جل جاتی ہے۔ اس کی دلی خواہش ہے کہ کسی طرح یہ رشتہ پریشے سے طے ہو جائے۔ مثال بھی اس رشتے پر دل سے خوش نہیں ہے۔ مگر وہ اپنی کیفیت سمجھ نہیں پا رہی۔ عاصمہ کی طبیعت ذرا سنبھلتی ہے تو وہ مثال کی طرف جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اتفاق سے اسی دن مثال کی فہد سے منگنی کی تقریب ہو رہی ہوتی ہے۔ وہیں کھڑے کھڑے واثق کی ملاقات پریشے سے ہو جاتی ہے جو کافی ناز و ادا سے واثق سے بات کرتی ہے اور اس بات سے بے خبر ہوتی ہے کہ اس کی کلاس فیلو رودابہ جو اسے بہت پسند کرتی ہے، واثق کی بہن ہے۔ منگنی کے بعد مثال ایک دم شادی سے انکار کر دیتی ہے۔ عفت خوش ہو جاتی ہے۔ عدیل بہت غصہ کرتا ہے اور بشریٰ کو فون کر کے مثال کو بھیجنے کی بات کرتا ہے۔ گھر میں ٹینشن پھیلی ہے۔ اسی ٹینشن میں مثال کالج کی لائبریری میں واثق سے ملتی ہے۔ واپسی میں عفت اسے واثق کے ساتھ دیکھ لیتی ہے اور عدیل کو بتا دیتی ہے۔ عدیل از حد پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشے، رودابہ سے ملنے اس کے گھر جاتی ہے تو واثق سے ملاقات ہو جاتی ہے۔

اٹھائیسویں قسط

وہ دائیں بائیں آگے پیچھے کسی بھی طرف دیکھے بغیر کچھ بھی سوچے بغیر بس چلتا چلا جا رہا تھا۔

بار بار اس کی آنکھوں کے آگے دھندلے پانی کی چادر تن جاتی، وہ بس وقفے وقفے سے آستین کی پشت سے دونوں آنکھوں کو رگڑتا اور چلتا جاتا۔

اسے یہ بھی خیال نہیں آیا تھا کہ گاڑی میں ہی بیٹھ جاتا یا آنے سے پہلے کسی کو بتا ہی آتا مگر کیا بتا کر آتا؟ وہ کہاں جا رہا ہے، کس لیے جا رہا ہے۔ اور اسے تو یہ بھی سوچ سوچ کر خود پر بہت غصہ آئے جا رہا تھا کہ وہ عاصمہ کے سرسری سے ہی کہنے پر فنکشن میں شامل ہونے کیوں چلا آیا۔ دل عجیب بے ایمان، دھوکے باز جو اس قیامت جیسی گھڑی میں بھی ایک نظر بس مثال کو دیکھ لینا چاہتا تھا۔ وہ عروسی جوڑے میں اس کے خوابوں سے بھی بڑھ کر

خواب ناک لگ رہی تھی۔
مگر جیسے وہ ایک خواب ہی تو تھا صرف اس کی آنکھوں سے پھر پانی چھلکنے لگا۔
"میں پہلے دن سے جانتا تھا۔ مثال میرے لیے نہیں ہے پھر میں نے پہلے ہی قدم پر خود کو روک کیوں نہ لیا۔"
وہ ایک دم سے نڈھال ہو کر سڑک کے کنارے شور مچاتی ٹریفک کی روانی سے بے خبر بیٹھ گیا۔
جیسے ہی نکاح خواں فہد اور مثال کے سامنے جا کر بیٹھا۔ واثق کو لگا جیسے کسی نے اس کے دل پر زور سے مکا مارا ہو' وہ ایک لحہ بھی وہاں رکے بغیر خاموشی سے باہر نکل آیا' پھر اس کے بعد اس کے دماغ میں جانے کیا سمایا کہ وہ کسی بھی سمت کا تعین کیے بغیر بس بہت دور تک چلتا گیا۔
"اب تک نکاح ہو چکا ہو گا۔ وہ ہمیشہ کے لیے کسی اور کی ہو چکی ہو گی۔"اس کے اندر سے ہوک سی اٹھی۔ پہلی بار اسے لگا' اس کی زندگی خالی ہو گئی ہے۔ ہر مقصد' ہر خواہش' ہر خواب سے خالی۔ اس زندگی کا وہ کیا کرے گا۔ اس کے دل میں شدت سے خودکشی کی خواہش زور پکڑ رہی تھی۔
"میں اس بے مقصد زندگی سے نجات پالوں گا' گمراہی اور روح۔"' اس کی آنکھیں پھر نم ہونے لگیں۔

☼ ☼ ☼

نکاح خواں تو کیا کوئی بھی اس اچانک صورت حال کے لیے تیار نہیں تھا اور مثال کو ایک لمحے کے لیے ایسا لگا' جیسے کسی نے یخ پانی بھر بالٹی اس کے اوپر انڈیل دیا ہو' وہ اندر تک جیسے شانت ہو گئی تھی۔ یہ آنے والی عورت کوئی فراڈ بھی ہو سکتی تھی۔ کوئی بلیک میلر بھی۔ فہد اور آنٹی' انکل کے مخالفوں کی کوئی سازش! کوئی بڑا جان دار جھوٹ...
کچھ دیر بعد اس عورت کو اور اس بچی کو ذلیل کر کے یہاں سے نکال دیا جائے گا اور پھر سے فہد اور مثال کے نکاح کا سلسلہ شروع کر دیا جائے گا۔ یہ سب کچھ بہت ممکنات میں سے تھا۔
مگر اس لمحے صرف ایک لمحے کی سرخوشی' انوکھی سی رہائی کے احساس نے مثال کو سرشار کر دیا تھا۔
اس نے بہت ممنون و محبت بھری نظروں سے اس واجبی سی شکل و صورت والی الٹرا ماڈرن لڑکی نما عورت کو دیکھا جس کے بال گہرے سرمئی تھے۔ اس کی آنکھوں کے ہم رنگ ان نیلگوں گہرائیوں میں بڑی گہری سرد مہری تھی' جیسے وہ سب کچھ جلا کر بھسم کر دینے کے بعد بھی بہت سکون سے کھڑی ہو۔
اس کی آنکھوں سے چھلکتی سفاکی اس کی فطرت کی سختی کا پتا دے رہی تھی۔
"کیا۔ کیا بولا آپ نے اور کون ہیں یہ وقار! بھابھی! یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟" عدیل کے دل کے آس پاس بہت سے شیشے چٹخے تھے۔
وہ بے یقین سا پاس کھڑے وقار کے بازو کو جیسے دبوچ کر اٹک اٹک کر بولا۔
"جھوٹ' بکواس بالکل غلط۔" وقار نے دانت بھینچے نفرت بھرے لہجے میں جیسے سرگوشی کی تھی' دوسرے لمحے وہ عدیل کو جھٹک کر اس لڑکی کی طرف بڑھا تھا۔
اگر عدیل عفت کا کندھا نہ تھام لیتا تو وہ یقیناً گر جاتا۔
"میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ گھٹیا ذلیل بلیک میلر! چلو یہاں سے۔ یہ جگہ ہے تمہاری بکواس کرنے کی۔ باہر گاڑی میں بیٹھو جا کر۔ میں آ کر بات کرتا ہوں تم سے۔"
"کیا بات کریں گے آپ مجھ سے؟" وہ نفرت بھرے سرد لہجے میں اپنا بازو چھڑا کر غرائی۔ اتنے سارے لوگوں کی موجودگی میں جیسے وہاں ہو کا عالم تھا' سوئی بھی گرتی تو اس کے گرنے کی آواز صاف سنائی دے جاتی اور مثال کی حالت

ابھی بھی بہت پرسکون تھی' وہ جو اتنے دنوں سے اس کے دل میں بے چینی' ہلچل اور اضطراب تھا آج جیسے ان ساری بے یقین کیفیات کا خاتمہ ہو گیا تھا۔
وہ اسٹیج پر بیٹھی سامنے ڈٹ کر کھڑی لیلیٰ اور وقار کو یوں دیکھ رہی تھی' جیسے وہ سب کسی اور کے بارے میں ہو رہا ہو۔
"کیوں جاؤں میں باہر۔ میں نہیں جاؤں گی باہر۔ فہد کی بیوی ہوں میں' آج سے نہیں چھ سال سے اور آپ مجھے یہاں سے جانے کو کہہ رہے ہیں تاکہ آپ لوگ دھوکے سے میرے شوہر کی دوسری شادی کرا دیں۔" وہ اسی سرد' خود سر لہجے میں کہہ رہی تھی۔
"لیلیٰ! چلو یہاں سے۔" فائزہ کو شوہر کی مدد کے لیے اسٹیج سے اتر کر آنا پڑا۔
اس نے قدرے نرم' مہذب لہجے میں سرگوشی کی تھی۔
"Never (ہرگز نہیں)" لیلیٰ دو ٹوک لہجے میں بولی۔
وہ فائزہ کو پرے دھکیل کر تیزی سے اسٹیج پر چڑھ آئی تھی۔ اس نے ایک دم سے مثال کو کندھے سے پکڑا تھا۔
"تم جانتی ہو کہ تم اس شخص کی دوسری بیوی بننے جا رہی ہو۔" وہ مثال کے سجے سنورے چہرے کو نفرت سے دیکھ رہی تھی۔
"لیلیٰ! یہ کیا تماشا ہے' چلو یہاں سے؟" فہد کو بالآخر اٹھ کر اس کے بے خوف انداز کو ٹوکنا پڑا۔
"اوہ' تماشا۔ تمہارا مطلب ہے' میں یہاں تماشا کرنے آئی ہوں اور تم کیا کر رہے ہو؟" وہ مثال سے ہٹ کر فہد کے سامنے جم کر کھڑی ہو گئی۔
"وقار! اس پاگل لڑکی کو لے جائیں یہاں سے۔ یہ ہماری عزت دو کوڑی کی کر دے گی۔ یہ کیا کرنے جا رہی ہے۔ اس کو لے جائیں یہاں سے۔" فائزہ کو ٹھنڈے پسینے آ رہے تھے۔ وہ رندھی ہوئی آواز میں وقار سے منت کر رہی تھی۔
"مجھے نہیں لگتا فائزہ! اب ایسا کچھ ہو گا۔ اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ ہونے والی بات ہو کر رہے گی۔" وقار کے لہجے میں مکمل ہار تھی۔
"میں تمہیں ساری بات بتا کر آیا تھا پھر یہاں آ کر یہ سب ڈراما کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی تمہیں؟"
فہد کی آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔
"جھوٹ بول رہے ہو تم۔ تم مجھے کچھ بتا کر نہیں آئے۔" وہ زور سے چلائی تھی۔
"تمہاری ماں ہاسپٹل میں ہے اور تم اس کی عیادت کو جا رہے ہو' یہ کہہ کر آئے تھے تم مجھ سے۔"
اس کی آنکھوں میں نمی تھی' دکھ تھا' بے یقینی تھی اور بہت سارا رنج تھا۔
مثال کو اس پر بے تحاشا رحم آیا۔
اس کی نظریں دور کھڑی اس کی چھوٹی سی بچی پر جم گئیں۔ اسے لگا وہ خود اس بچی کی جگہ کھڑی ہے اور اس کے ماں باپ وحشی جانوروں کی طرح لڑ رہے ہیں۔
اس کا بے اختیار جی چاہا' وہ اسٹیج سے بھاگتی ہوئی جائے اور اس بچی کو اپنے سینے میں چھپا لے۔
وہ یک ٹک اس ننھی بچی کو دیکھے جا رہی تھی جس کی آنکھوں میں خوف تھا اور ڈر بھی۔
"کون ہے یہ' فہد! تمہاری بیوی ہے؟" عدیل کو بہت دیر لگی تھی خود کو سنبھالنے میں۔
اور ایسا تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس کی مثال کا نصیب یوں بننے سے پہلے ہی ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔

صرف ایک بار، صرف ایک بار اس نے بشریٰ کو طلاق دیتے ہوئے مثال کے بارے میں کچھ نہیں سوچا تھا اور اس کے ساتھ بہت برا کر ڈالا تھا۔ اس ایک اختیاری زیادتی کے بعد اس نے جب جب مثال کے لیے اچھا کرنا چاہا اس کے ساتھ مزید برا ہی ہوتا رہا تھا جیسے کہ اب!

"انکل۔۔۔ نہیں ہے۔۔۔ میں بات کر رہا ہوں۔" فہد کو عدیل کو دیکھ کر ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ یہ تمہاری بیوی ہے؟" عدیل جیسے ساری برداشت کھو کر بولا تھا۔ بہت تیز آواز میں۔

"اسے اپنے منہ سے بتاتے ہوئے شاید شرم آتی ہے۔ میں اس کی بیوی ہوں۔ یہ ہم دونوں کی بیٹی ہے اور آپ کی بیٹی صرف اس کے ماں باپ کی ہو گی کہ وہ اپنی ضد سے آپ کی بیٹی کو بیاہ رہے ہیں۔"

لیلیٰ کی آنکھوں کی سرد جھیلیں اب گرم پانیوں میں ڈھل چکی تھیں۔

وہ ضبط کرتے ہوئے بھی اپنے آنسو روک نہیں پا رہی تھی۔ اسے شاید فہد سے ایسی اجنبیت کی امید نہیں تھی۔

"تو تم نے ہمیں دھوکا دیا؟" عدیل پتھریلے لہجے میں غرایا۔ اس نے فہد کے چوڑے کندھے کو بہت سختی سے اپنی طرف گھمایا تھا۔

"نہیں انکل! یقین کریں ایسا کچھ نہیں ہے یہ۔۔۔ تو۔۔۔"

"کیا یہ بکواس ہے۔۔۔ جھوٹ ہے' یہ تمہاری بیوی ہے۔ تم منہ سے اقرار نہیں کر رہے تو کیا یہ بچی تمہاری نہیں؟ کیا اس کے لیے بھی انکار کرو گے بولو۔" عدیل کی پھٹی ہوئی آواز اب کپکپا رہی تھی۔

فہد کا سر جواب میں جھک گیا۔ اس سے بڑا اقرار اور کیا ہو سکتا تھا۔ فائزہ نے تڑپ کر وقار کی طرف دیکھا۔

"جائیں' بات کریں وقار!" وہ بے قراری سے بولی تھی۔

"کچھ نہیں بچا اب بات کرنے کو اور کس منہ سے جا کر میں بات کروں گا میں نے دوست بھی کھو دیا اور عزت بھی۔" وہ شکست خوردہ تھا۔

"وقار پلیز' جائیں ورنہ۔" فائزہ نے شاید اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی۔ اسی طرح بے قراری سے بولی۔

"تم نے ہمیں دھوکا کیوں دیا؟ کیا بگاڑا تھا ہم نے تمہارا۔۔۔ میں نے' میری بیٹی نے؟" عدیل وہیں اپنے قدموں پر کھڑا جیسے بکھر سا گیا تھا۔

"انکل! ایسی بات نہیں ہے۔ میں چاہتا تھا۔ آپ کو یہ سب معلوم ہو مگر۔" فہد انگلیاں آپس میں جکڑ کر مضطرب لہجے میں بولتے ہوئے فاصلے پر کھڑے وقار کو دیکھنے لگا۔

اسے باپ کی مدد کی ضرورت تھی اور وقار کسی بھی طرح خود کو عدیل کا سامنا کرنے کے قابل نہیں پا رہا تھا۔

"کیا بتانا چاہتے تھے تم کہ ہمارے ساتھ' ہماری عزت کے ساتھ تم باپ بیٹا مل کر کھیل کرنا چاہتے ہو اور یہ سب کچھ سوچتے ہوئے تم نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا کہ تم خود بھی ایک بیٹی کے باپ ہو۔ عفت! مثال کو اندر لے جاؤ۔" اس نے مڑ کر کہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"مما! کیا ہو گیا ہے آپ کو۔ کتنی دیر سے فون لیے بیٹھی ہیں۔ کس سے بات کر رہی ہیں آپ؟"

آئینہ بشریٰ کے کمرے میں آ کر سخت کوفت بھرے انداز میں بولی تھی۔

بشریٰ خالی خالی نظروں سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

فون اس کے ہاتھوں میں تھا' وہ وقتاً" فوقتاً" کبھی مثال کا نمبر ملاتی اور کبھی عدیل کا مگر دونوں میں سے کوئی بھی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔

"مما!" وہ اس کی خاموشی پر پھر بولی۔

"کچھ کام ہے آئینہ تمہیں مجھ سے؟" وہ سرد لہجے میں بولی۔ اس لمحے اسے کسی کی بھی موجودگی نہیں چاہیے تھی۔ آئینہ نے چونک کر ماں کو دیکھا۔

"بھائی آپ کو دوسرے نمبر پر کال کر رہے ہیں' آپ کا نمبر مسلسل بزی مل رہا ہے انہیں۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

وہ ماں کے انداز پر فوراً" بولی۔

"اس سے کہہ دو جا کر میں سو رہی ہوں' میری طبیعت اچھی نہیں ہے' سو کر اٹھوں گی تو میں خود کال بیک کر لوں گی اسے۔"

آئینہ کو معلوم تھا۔ سیفی کا نام سن کر بشریٰ کی آواز بے تاثر رہتی ہے مگر اس کی آنکھوں میں کتنی ناگواری اور کوفت ہوتی ہے' وہ صرف آئینہ ہی محسوس کر سکتی تھی۔

"مثال آپی سے بات کر رہی ہیں؟"

وہ یاں سے ہمدردی بھرے لہجے میں پوچھنے لگی' جب بھی بشریٰ یوں گھر کے کونوں کھدروں میں آ کر فون لیے بیٹھتی تھی' آئینہ کو پتا چل جاتا تھا۔ وہ مثال سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

"نہیں۔" بشریٰ قطعیت سے بولی۔

"میں جا رہی ہوں مما! لیکن پلیز آپ اتنا اسٹریس نہیں لیں' صاف نظر آ رہا ہے۔ آپ بہت پریشان ہیں۔ مثال آپی ٹھیک ہوں گی۔ آج ان کی شادی ہے نا! آپ بتا رہی تھیں مجھے لاسٹ ویک۔" ایک دم سے یاد آنے پر وہ ماں کے پاس دو زانو بیٹھ کر ہمدردی سے اس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی تو بشریٰ کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ آئینہ کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☼ ☼ ☼

"عدیل! میری بات سنو خدا کے لیے۔" وقار نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے تھے۔

عدیل لمحہ بھر کو ساکت کھڑا رہا پھر سرد مہری سے اس نے وقار کے ہاتھ کندھے سے ہٹائے تھے۔

"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ تم نے دوست ہو کر جس طرح میرے سینے میں خنجر گھونپا ہے۔ وقار! تم میری نظروں سے نہیں گرے بلکہ میں خود اپنی نظروں سے گر گیا ہوں کہ میں نے تم جیسے دھوکے باز کو دوست سمجھا تم پر اعتبار کیا۔"

عدیل کا لہجہ کرچی کرچی تھا اور آنکھوں میں جیسے خون چھلک رہا تھا۔

"میں خود کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔" عدیل خود کو سنبھال کر نفرت بھرے لہجے میں وقار پر نظریں گاڑ کر بولا۔

"نہ کرنا معاف' لیکن میری نیت پر شک نہیں کرو بخدا میں نے مثال کو اپنی بیٹی۔۔۔"

"نام مت لو میری بیٹی کا اپنی زبان سے' تم تو اس قابل بھی نہیں ہو کہ خدا تمہیں بیٹی تو کیا دیتا تم کسی بیٹی کا نام بھی لے سکو۔"

عدیل کے لہجے میں کیا نہیں تھا جو وقار کو اپنی ہی نظروں میں گرا گیا۔

"تم جتنا چاہو مجھے لعن طعن کرلو مگر حقیقت یہی ہے میں مثال کو اپنی بیٹی ہی بنا کرلے جانا چاہتا تھا۔ لیلیٰ اس کی حقیقت میں تمہیں بتاؤں گا تو شاید تم یقین نہیں کرو۔"

"آپ مت بتائیں میری حقیقت میں ان کے سامنے کیا پوری دنیا کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حقیقت خود بتا سکتی ہوں۔" لیلیٰ ان کے پیچھے سے آئی تھی۔

عدیل باہر جانے لگا تھا تب وقار اس کے پیچھے آیا تھا۔ فہد اور فائزہ لیلیٰ کے ساتھ وہیں اسٹیج پر ہی تھے۔ مہمانوں میں ہونے والی چہ میگوئیاں اب با آواز بلند تبصروں میں بدل چکی تھیں۔

اور عدیل کو لگا تھا کہ اگر وہ یہاں کچھ دیر اور کھڑا رہا تو اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ سو وہ اس لیے وہاں سے بھاگا تھا۔

"میں ایک کال گرل تھی جس سے ان کے بیٹے نے شادی کی تھی۔" لیلیٰ بغیر پلکیں جھپکے بے خوف لہجے میں بولی تھی۔ عدیل اس کی بات پر بے اختیار چونکا۔ وقار نے جیسے بے بسی سے سر جھکا لیا تھا۔

"مگر میں قرآن پر ہاتھ رکھ کر حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ ان کے بیٹے سے شادی کے بعد اور اس سے بھی ایک سال پہلے میں یہ سب کچھ چھوڑ چکی تھی۔" وہ رک رک کر بول رہی تھی۔

"مجھے اس دلدل سے نکالنے والا فہد تھا اور میں نے اس کی خاطر ہر گناہ کو چھوڑ کر پاکیزہ زندگی شروع کی تھی جو فہد کے ماں باپ کو گوارا نہیں تھی۔ یہ پہلے دن سے چاہتے ہیں کہ فہد مجھے چھوڑ دے اور یہ اپنی پسند سے خاندانی بہو..."

وہ کہتے کہتے آنسوؤں کو روک نہ سکی۔

"اللہ معاف کر دیتا ہے' انسان معاف نہیں کرتا۔ اس کے آگے صدق دل سے تین بار کہہ دو کہ اللہ میں نے توبہ کی تو وہ سارے گناہ بخش دیتا ہے' مگر انسانوں کے سامنے آپ صدیوں تک ناک رگڑتے رہیں معافیاں مانگتے رہیں۔ انسان معاف نہیں کرتے۔" وہ بھاری آواز میں بولی۔

"میں نے ان دونوں کو راضی کرنے کے لیے ہر وہ کام کیا جو کوئی بھی خاندانی بہو بیوی کر سکتی ہے۔ میں گھر کی چار دیواری میں قید ہو گئی۔ میں نے حجاب لینا شروع کر دیا۔ میں نے ان کو خوش کرنے کے لیے کیا نہیں کیا مگر انہوں نے ان چھ سالوں میں مجھے ایک لمحے کے لیے بھی دل سے قبول نہیں کیا۔"

"تو پھر تم میرے بیٹے کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتیں؟" وقار نفرت سے بولا۔

"پیچھا میں نہیں کر رہی اگر آپ کہتے ہیں تو میں ابھی آپ کے بیٹے کی زندگی سے نکل جاتی ہوں' آپ اس سے کہیں وہ مجھے ابھی طلاق دے دے یہاں سب کے بیچ میں' لیکن اس سے پہلے میں ان سارے لوگوں کو اپنی حقیقت ضرور بتاؤں گی۔"

وہ وقار کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی جس میں کھلا چیلنج تھا۔

☆ ☆ ☆

"مما! یہ کیا ڈراما ہے؟" وردہ کے لیے یہ سب کچھ بہت عجیب تھا عجیب تو عاصمہ کے لیے بھی بہت تھا بلکہ بہت غیر متوقع بھی!

اگرچہ وہ واثق کے جذبات سے' مثال کی محبت کی شدت سے واقف تھی لیکن ایسا تو اس نے بھی کبھی نہیں

سوچا تھا۔ کبھی نہیں چاہا تھا۔

سب سے بڑھ کر وہ خود بیٹیوں والی تھی اور اس وقت جو چوئیشن تھی اس نے اسے بہت دل گرفتہ اور بہت خوف زدہ سا کر دیا تھا۔

مثال پر اس وقت کیا گزر رہی ہو گی اور اس کے ماں باپ پر۔۔۔ اسٹیج پر اب کیا ہو رہا تھا' کسی کے لیے بھی دلچسپی کا باعث نہیں رہا تھا۔

وقار' عدیل سے بات کرنے گیا تھا تو فائزہ کو کچھ امید تھی کہ شاید بات بن جائے۔ وہ فہد کو لے ایک طرف مضطرب سی کھڑی تھی۔

بظاہر پُر اعتماد لیکن کسی سے بھی نظریں ملانے سے گریزاں۔ اس وقت لیلیٰ نے عین وقت پر آکر جس طرح انٹری دی تھی ان کا خاندانی کردار ہی مشکوک ہو کر رہ گیا تھا۔

"مما! اب کیا ہو گا۔" وردہ پھر اس کے کانوں میں منمنائی۔

"واثق کہاں ہے؟" عاصمہ کو بہت دیر بعد خیال آیا تھا۔

"پتا نہیں۔ شاید چلے گئے ہوں گھر۔ وہ پہلے ہی کب آنا چاہ رہے تھے ہمارے ساتھ۔" وردہ کچھ برا سا منہ بنا کر بولی۔ سو وردہ واثق سے کچھ کچھ بچی رہنے لگی تھی۔

عاصمہ سب دیکھ رہی تھی مگر خاموش تھی۔ وہ پری کی فطرت کو تو سمجھ گئی تھی لیکن چاہتی تھی کہ وردہ پری کو خود سمجھے اگر عاصمہ بار بار اسے ٹوکتی منع کرتی تو وہ شاید ضد میں آکر پری کے ساتھ کچھ اور بھی جذباتی تعلق جوڑ لیتی۔

"مما! یہی ہے وہ لڑکی جو اس دولہا میاں کی پہلی بیوی ہے ویسے دیکھیں تو لوگ ہوتے کیا ہیں اصل میں اور نکلتے کیا ہیں۔ دونوں ہی اس طرح کے نہیں لگ رہے چیٹر۔"

لیلیٰ اب دونوں کے پاس سے گزری تھی جب وردہ اسے کن اکھیوں سے دیکھ کر منہ میں بڑبڑائی تھی۔

"کسی کے بھی بارے میں کچھ بھی بہت یقین سے کہنا ممکن نہیں ہوتا وردہ۔" عاصمہ اسے نرمی سے کہہ گئی۔

"پلیز مما! ہر جگہ لیکچر تو اچھی بات نہیں ہے۔ اچھا اب یہ لوگ کیا کریں گے؟"

وہ کچھ دلچسپی سے پوچھنے لگی جیسے یہاں کوئی فلم چل رہی ہو۔ عاصمہ کچھ سخت بولتے بولتے رہ گئی۔

"آج کل کے بچوں کو براہ راست نصیحت کرنے کا کچھ بھی فائدہ نہیں۔" وہ سوچ کر خاموش ہو رہی۔

"پتا نہیں بیٹا! یہ معاملہ اب کس طرح سیٹل ہو گا۔ مشکل تو بہرحال بہت کڑی ہے' خاص طور پر اس بچی اور اس کے پیرنٹس کے لیے۔" عاصمہ دکھ سے بولی۔

"میں پری کو دیکھتی ہوں۔ کہاں ہے' اسی سے آگے کی چوئیشن کا کچھ پتا چلے گا۔"

وردہ کچھ چٹخارہ سا لے کر بولی۔ اس کی نظریں مسلسل فہد' فائزہ اور لیلیٰ پر جمی تھیں۔ ایسا ہی حال وہاں موجود لوگوں کا بھی تھا۔ سب ہی کو آگے ہونے والی چوئیشن کا جیسے انتظار تھا۔

بلکہ کچھ لوگ تو آہستہ آہستہ وہاں سے جانے لگے تھے۔ کیونکہ گھر کے لوگوں میں سے اب وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"واثق کا پتا کرو کہاں ہے وہ۔" عاصمہ کچھ بے چینی سے بولی۔

"آپ فون کرلیں میں ذرا پری کے پاس سے ہو کر آتی ہوں۔" وہ ان سنی کر کے چلی گئی۔ عاصمہ واثق کا نمبر ملانے لگی۔

☆ ☆ ☆

وہ پیچ و تاب کرکے کلائیوں میں پڑے گجروں کو ادھیڑتی جارہی تھی۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔
آنکھوں میں سجا گہرا کاجل اسی طرح تھا ذرا بھی آنکھوں کے کناروں سے باہر نہیں پھیلا تھا۔
وہ شاید اپنے ساتھ ہونے والی اس خوفناک ٹریجڈی پر ذرا سی بھی نہیں روئی تھی۔
بلکہ اس کی تو آنکھیں بھی نم نہیں ہوئی تھیں۔
اور شاید یہ اس کی زندگی کا واحد حادثہ تھا جس کا تعلق براہ راست اس کی ذات سے اتنا قریبی تھا اور اس کی آنکھیں خشک تھیں۔
"میں نے ایسا نہیں سوچا تھا اور شاید چاہا بھی نہیں تھا بلکہ میں تو دل سے یہ سب کچھ قبول کرچکی تھی۔ پاپا کی خوشی کے لیے ان کی رضامندی کے لیے پھر ایسا کیوں ہوا۔"
بہت دیر بعد کچھ خیال آنے پر اس نے دکھ سے سوچتے ہوئے رونا چاہا مگر آنکھیں ہنوز خشک تھیں۔
"پاپا کتنے پریشان ہوں گے۔ مجھے ان کے پاس جانا چاہیے۔ انہیں تسلی دینا چاہیے' ان سے بات کرنا چاہیے۔" اسے ایکدم سے خیال آیا تو وہ کھڑی ہوگئی۔
اس کا زرتار دوپٹہ کرسی کے کنارے سے الجھا تھا۔
"اُف! مجھے اس کو تو اتار دینا چاہیے۔" وہ جھلا کر دوپٹے میں لگی پنوں کو تلاش کرنے لگی۔
"ٹھہر جاؤ' مت اتارو ابھی اس کو۔" عفت اندر آتے ہوئے کچھ عجیب سے لہجے میں بولی۔
مثال کے ہاتھ وہیں ٹھٹک کر رہ گئے۔
عفت اس کے قریب آکر اسے یوں غور سے دیکھنے لگی جیسے اس نے پہلی بار مثال کو دیکھا ہو۔
"جاتے جاتے بھی مجھے لگتا ہے تم ہمارے لیے کوئی بہت بڑی پہاڑ سی مصیبت کھڑی کرکے ہی جاؤ گی۔" وہ کچھ دیر بعد جب زہر خند لہجے میں بولی تو مثال کے اندر دھڑام سے کچھ ٹوٹا تھا۔
اور وہ جو اتنی دیر سے ساروں کے بیچ تماشا بنی تھی اور اسے کسی بھی بات پر رونا نہیں آرہا تھا۔ عفت کی اس بات پر اس کا جی چاہا' وہ یہیں زمین پر دوزانو بیٹھ جائے اور دھاڑیں مار مار کر روئے۔ وہ ضبط سے صرف ہونٹ کچل کر رہ گئی۔
"یہ کوئی چھوٹی اور معمولی بات نہیں ہے۔" عفت پھر سے بڑبڑائی تھی اس کی آنکھوں میں سخت بیزاری تھی۔
"ایک بار تمہاری بارات یہاں سے خالی چلی گئی تو پھر دوسرا رشتہ اتنی آسانی سے کہاں آئے گا اور اس بات کی پروا نہ تو تمہارے باپ کو ہوگی اور نہ تمہیں۔"
وہ یوں جلے کٹے لہجے میں بول رہی تھی جیسے اس ساری سچویشن کی ذمہ دار مثال ہی ہو۔
"آپ عفت ماما! آپ کیا چاہتی ہیں۔ کیا ہونا چاہیے' مجھے کیا کرنا چاہیے پھر کہ آپ سب کے لیے میں کسی طرح کی مصیبت کھڑی نہ کروں۔" ہمت ٹوٹ ٹوٹ کر اس نے یہ جملے ادا کیے تھے۔
اس کے دل کو عجیب سا گمان تھا کہ شاید جواب میں عفت اسے بے اختیار گلے سے لگالے گی۔
آج شام میں بھی جب وہ پارلر سے تیار ہوئی تھی تو عفت اسے لینے آئی تھی تب بے اختیار اس کا دل چاہا' وہ اسے پیار کرتے ہوئے گلے سے لگائے' دنیاداری کو ہی سہی۔ مگر ایسا کچھ نہ ہوا۔
بلکہ جب اسی لمحے پری تیار ہو کر آئی تو عفت نے بے اختیار اسے گلے سے لگا کر بہت سارا پیار کیا تھا اور پری کو ڈھیروں ڈھیر دعائیں دی تھیں وہ ساری دعائیں جن کی ان لمحوں میں مثال کو شدت سے طلب تھی۔

صرف اس لیے اس کی آنکھیں بھیگی تھیں اور اسے بشریٰ کی یاد ٹوٹ کر آئی تھی۔

"مجھ سے پوچھو گی یہ تم؟" وہ کچھ طنز سے جتانے والے انداز میں بولی۔ مثال کچھ بول ہی نہیں سکی بس بے بسی سے اسے دیکھتی رہی۔

پھر پرچانے والے انداز میں عفت بولی تھی۔

"میرا بس چلے تو اب جیسا بھی ہے۔ بھئی کھاتے پیتے لوگ ہیں۔ کون سے کنگلے ہیں۔ دو بیویاں آرام سے افورڈ کر سکتا ہے فہد، ایک امریکہ میں رکھے، ایک یہاں اماں باوا کے پاس تو کچھ برائی نہیں۔"

او مثال سکتے کے عالم میں عفت کو دیکھتی رہ گئی۔

اور اسے عفت کی بات میں ہی اپنے بہت سارے سوالوں کا جواب بھی مل گیا کہ فہد اس روز ڈنر کے دوران اس سے کیا کہنا چاہتا تھا۔

وہ وہاں اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ خوش تھا۔

مثال سے یہاں شادی کرنے کا مقصد صرف ماں باپ کے پاس کسی کی موجودگی کے لیے تھا کہ وہاں اسے یہ فکر نہیں ہو کہ فائزہ اور وقار اکیلے ہیں۔

کس خوب صورتی سے اس سارے کھیل کو سجایا گیا تھا عدیل اور مثال کتنے آرام سے اس جال میں آگئے تھے۔

عدیل ان کی محبت اور دولت دیکھ کر اور مثال باپ کی خوشی اور رضامندی کے لیے!

"خیر۔ ابھی تم یہ بناؤ سنگھار رہنے دو اسی طرح۔ زیادہ عجلت پسندی کی ضرورت نہیں کہ کپڑے وپڑے بدلنے بیٹھ جاؤ۔ ابھی باہر بات چیت چل رہی ہے، کچھ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ تم یہاں بیٹھ کر سکون سے انتظار کرو میں ذرا باہر کے حالات دیکھوں جا کر۔" وہ اسے سکون سے بیٹھنے کا مشورہ دے کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

"کچھ بھی فیصلہ ہو سکتا ہے۔" مثال کا دل بے اختیار دھڑکا تھا اگر پاپا صرف بارات واپس لوٹ جانے کے خوف میں آکر مجھے فہد کو سونپنے کا فیصلہ کر بیٹھے تو۔"

اسے لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ اس کا سیل فون مترنم گھنٹی سے بجنے لگا۔

بشریٰ کی کال تھی۔

وہ بے بسی سے فون کو دیکھتی رہی۔

اگر میں ماما کو یہ سب بتا دوں گی تو خدا جانے ان کا وہاں کیا حال ہو گا۔ وہ مجھ سے کتنی ہی بے زار سہی، لیکن یہ بات انہیں بہت ڈسٹرب کرے گی۔

"اور اسے چھپایا بھی نہیں جا سکتا۔" وہ کال ریسیو کرنے لگی۔

"کچھ بھی "فیصلہ" ہو سکتا ہے۔" عفت کی بات کی بازگشت اسے ٹھٹکا گئی۔

"نہیں۔ مجھے ابھی ماما سے بات نہیں کرنی" میں نہ چاہتے ہوئے بھی پھر ایک بار ان دونوں کا امتحان بن گئی ہوں۔"

اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

اسے لگا یہ گھڑیاں تھم گئی ہیں اور کبھی نہیں گزریں گی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھوں کے کنارے نم ہونے لگے تھے۔

☆ ☆ ☆

"کہاں ہو تم واثق؟" بہت دیر میں واثق نے عاصمہ کی کال ریسیو کی تھی۔

وہ تین چار بار اسے فون کر چکی تھی۔ وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

"آپ گھر آگئی ہیں؟" اس کی آواز میں زمانوں کی تھکن تھی۔ عاصمہ چونک گئی۔

"تم ٹھیک ہو ناں واثق۔ کہاں ہو اس وقت؟" وہ پریشانی سے پوچھنے لگی۔

"میں ٹھیک ہوں، آپ پریشان نہیں ہوں۔" وہ اپنی تھکی ہوئی آواز میں آہستگی سے بولا۔

"تم مجھے بالکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہے ہو۔ تم فوراً یہاں آجاؤ۔ ابھی اس وقت۔" وہ لوگوں کے رش سے ذرا ہٹ کر اکیلے گوشے میں کھڑی واثق سے بات کر رہی تھی۔ معاملہ ابھی تک یہاں جوں کا توں تھا۔

"آجاتا ہوں میں تھوڑی دیر میں۔"

وہ گہرا سانس لے کر دھیمی آواز میں بولا۔

"واثق! یہاں بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔"

عاصمہ کچھ سوچ کر پریشان لہجے میں بولی تو واثق ایک دم سے چونک گیا۔

"کیا ہوا امی! آپ ٹھیک ہیں۔" ورنہ تو ٹھیک ہے نا۔ وہ بے چینی سے بولا۔

"ہم دونوں ٹھیک ہیں بالکل مگر یہاں مثال کے گھر میں۔ ابھی یہیں ہوں میں، یہاں کچھ مسئلہ ہو گیا ہے میں چاہتی ہوں۔ تم یہاں آجاؤ۔" وہ رک رک کر مبہم لہجے میں بولی۔ تو واثق لمحہ بھر کو ٹھٹک گیا۔

"مثال کو کیا ہوا۔ وہ ٹھیک ہے؟ امی پلیز بتائیں مجھے کیا ہوا ہے؟" اس کے لہجے کا اضطراب عاصمہ کو بھی تڑپا گیا۔

"فون پر بتانے والی بات نہیں ہے۔ واثق! میں یہاں تمہارا ویٹ کر رہی ہوں۔ تم جلدی سے آجاؤ۔ تم آرہے ہو نا پھر؟" اس نے تصدیق چاہنے کے لیے دوبارہ پوچھا۔

"آتا ہوں امی! کچھ دیر میں۔" اس نے کہہ کر فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا ہو گا وہاں ایسا جو امی مجھے فون پر نہیں بتا رہیں۔" وہ وہیں اس رش والی سڑک کے کنارے بیٹھا سوچتا رہا۔ رات گہری ہو چکی تھی اور سڑک پر بھاگتی دوڑتی ٹریفک کا زور بھی کم ہو چکا تھا۔

واثق کو ابھی یہ اندازہ لگانا تھا کہ وہ اندھا دھند چلتے ہوئے گھر سے کتنی دور آچکا ہے۔

اور جب اندازہ ہوا تو وہ ٹیکسی کو رکنے کے لیے اشارہ کر رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے، عدیل سر کے ساتھ کچھ مسئلہ ہو گیا ہو ان کی طبیعت نہ ٹھیک ہو۔" آخری بات جو اس کے خیال میں ہو سکتی تھی اس نے یہی سوچی۔

"مثال رخصت ہو کر جا چکی ہو گی۔" دوسرا بہت تکلیف دہ خیال جو اس کے دل میں کسی تیر کی طرح پیوست ہوا تھا اسے آیا تو اس نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔

اسے پھر سے اپنی زندگی کی بے مقصدیت اور خالی پن بے قرار کرنے لگا تھا جبکہ اسے معلوم تھا اس بے قراری کا علاج اب کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔

☆ ☆ ☆

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے عفت؟" عفت کی توقع کے عین مطابق عدیل بھڑک اٹھا تھا اس کی بات سن کر۔

عفت کا چہرہ سپاٹ تھا۔ جیسے اس نے بہت معمولی بات کی ہو۔

"تو آپ کیا چاہتے ہیں۔ جب یہ بارات خالی لوٹ جائے گی۔ اس کے بعد ہم سب کے دماغ درست رہیں گے۔ یہ دنیا جینے دے گی ہمیں۔ اس لڑکی کا جب بھی جہاں بھی دوسرا رشتہ ہونے لگے گا کیا وہ لوگ وجہ نہیں پوچھیں گے

اور جب سچ بتائی جائے گی تو کیا وہ یقین کرلیں گے کہ سچ یہی ہے ہماری لڑکی بے قصور ہے۔"

وہ بہت کچھ جتا دینے والے انداز میں عدیل کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے خوف لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"تو کیا چاہتی ہو تم میں اپنی مثال کو ان دھوکے باز لوگوں کے حوالے کردوں جنھوں نے ایسا گھٹیا پن دکھایا۔ ان کے ارادے اصل میں کیا تھے میں بھی نہ جان سکا۔" عدیل تنفر سے کہہ کر رہ گیا۔

"اسے گھر میں بٹھائیں گے تو اس بات کا اثر ہماری پری کی زندگی پر کتنا برا پڑے گا۔ سوچی ہے آپ نے یہ بات؟" وہ تیز لہجے میں بولی۔ عدیل لمحے بھر کو کچھ بول نہیں سکا۔

اس نے یہ بات تو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچی تھی اور حقیقت میں وہ یہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس وقت تو مثال کی زندگی کے ساتھ جو کچھ ہونے جا رہا تھا اس بات نے اسے بری طرح سے توڑ دیا تھا۔

"نہیں سوچی ہوگی۔ میں شرط لگا کر کہہ سکتی ہوں آپ نے ایک لمحے کے لیے بھی پری کے بارے میں یہ نہیں سوچا ہوگا کہ میری معصوم بچی اس گناہ کی سزا جھیلے گی جو اس نے کیا بھی نہیں۔"

وہ آخر میں لہجہ گلوگیر بناتے ہوئے دوپٹے کے پلو سے آنکھوں کے کنارے صاف کرنے لگی۔

"تم پلیز یہ فضول کا جذباتی پن نہیں دکھاؤ۔ میرا ایمان ہے ہر بچے کا اپنا نصیب اپنی قسمت ہوتی ہے جب پری کا وقت آئے گا تو اس کے لیے یقیناً بہت اچھا رشتہ مل جائے گا۔" عدیل بظاہر اسے جھاڑ کر آخر میں تسلی دینے کو بولا۔

"پری کا وقت جب بھی آئے گا مثال کا گڑا مردہ ضرور اکھاڑا جائے گا۔ لکھ کر رکھ لیں آپ میری بات۔" وہ تیز لہجے میں زور دے کر بولی۔

"صاف کیوں نہیں کہتے۔ آپ کو نہ پری کی کچھ پروا ہے نہ میری نہ دانی کی۔ آپ کی زندگی کی واحد خوشی واحد ترجیح مثال اور اس کی خوشیاں ہیں۔" وہ آج عمر بھر کے حساب چکانے کے موڈ میں تھی۔

"اور آپ جانتے ہیں آپ کی لاڈلی کے نصیب میں یہ مصیبتیں ایک کے بعد ایک کیوں آرہی ہیں۔ سگی ماں کیسے مکھن سے بال کی طرح نکال کر یہاں ڈال گئی۔ اس کی شادی تک میں آنے کی اس نے زحمت نہیں کی اور آپ نے اس کے لیے اپنی طرف سے بہترین رشتہ تلاش کیا اور نتیجہ کیا نکلا۔ سب کے سامنے ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے عدیل صاحب کہ آپ نے میرا اور میرے بچوں کا حق مار کر اس لڑکی کو دینا چاہا اور خدا تو انصاف کرنے والا ہے اس نے آپ کو آپ کی نیت کا بدلہ دے دیا۔"

وہ غصے میں کانپتی جوش بھری آواز میں کہتی چلی جا رہی تھی عدیل نے عفت کا یہ رویہ نہیں دیکھا تھا۔

"تم اس وقت اپنی فضول راگنی بند کرو ناشکری عورت! میں نے ہمیشہ تمہارا اور اپنے بچوں کا سب سے بڑھ کر خیال رکھا ہے اور اصل بات یہ ہے کہ تم مثال کو برداشت کر ہی نہیں سکتیں۔ اور آج یہ سب کچھ پتا ہے کیوں ہوا ہے تمہاری بد نظری کی وجہ سے۔" وہ دوبدو لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"عدیل!" عفت پھٹ کر بولی۔

"چلاؤ مت۔ جس دن سے یہ رشتہ ہوا تھا کہ پیر جلی بلی کی طرح ادھر ادھر پھرتی تھیں۔ تمہاری کالی نظریں میری بچی کے نصیب کو کھا گئیں۔ بن سکتی ہو یہ سب۔ تم سمجھتی ہو صرف تم دوسروں کی نیت کو جانچ سکتی ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے دوسرے تمہاری بدنیتی کو نہیں سمجھ سکتے؟ آج تم نے اپنی اصلیت بتا کر تمہاری جو رہی سہی عزت تھی میری نظروں میں وہ بھی ختم کردی۔ تم مثال سے نفرت میں اتنی آگے نکل گئی ہو کہ چاہتی ہو میں ان دھوکے باز لوگوں کے حوالے اپنی بچی کردوں تو سن لو تمہاری یہ مکروہ خواہش۔ کبھی بھی پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ میں کسی بھی طرح اپنی بچی کے ساتھ یہ ظلم نہیں ہونے دوں گا۔ تم چاہے جلو چاہے مرو۔"

عدیل کے لہجے میں اتنی نفرت اتنی حقارت تھی کہ لمحہ بھر کو عفت گنگ ہو کر رہ گئی۔

یہ تو اسے معلوم تھا وہ عدیل کے دل کے بہت قریب کبھی بھی نہیں رہی لیکن اتنی دور ہوگی اس کے دل سے یہ بھی اس نے کبھی نہیں سوچا تھا۔

"تو پھر سینے سے لگا کر رکھیں اپنی بچی کو مت بیاہیں۔ میں اپنے دونوں بچوں کو لے کر ابھی اور اسی وقت یہ گھر چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ کیا کمایا میں نے ان اٹھارہ سالوں میں۔ یہ ذلت یہ نفرت یہ بے عزتی۔ مجھے کسی بھی موقع پر اپنی بات کہنے کا کوئی حق نہیں۔ جب مجھے آپ کی نظروں میں آپ کے دل میں جگہ نہیں مل سکی۔ اتنے سالوں کی محنت کے بعد بھی تو اس گھر میں رہ کر میں کیا کروں گی۔ جا رہی ہوں میں ابھی یہاں سے۔ لے کر بیٹھے رہیں اپنی مثال کو ہمیشہ کے لیے۔" عفت کے لہجے میں شدید غصہ اور طیش تھا "اس کی ماں طلاق لے کر چلی گئی۔ اس کی بارات واپس چلی گئی تو پھر میں دیکھتی ہوں اس کو کون بیاہنے آئے گا۔"

اور یہ تو عدیل کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی۔ مثال کا معاملہ نپٹاتے نپٹاتے اس کا پورا گھر ہی لپیٹ میں آجائے گا۔ یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

"عفت! رکو بات سنو میری۔" جب تک وہ چویشن کی سنگینی کو سمجھتا عفت وہاں سے جا چکی تھی۔

عدیل کا اس وقت اس کے پیچھے جانا فضول تھا۔

"آخری بار عدیل! میں چاہتا ہوں آخری بار ٹھنڈے دل سے تم میری اور فائزہ کی بات سن لو۔ اس کے بعد جو تم فیصلہ کروگے ہمیں منظور ہوگا ہم فہد کو لے کر یہاں سے چلے جائیں گے بارات کے ساتھ۔"

اس سے پہلے عدیل عفت کے پیچھے جاتا فائزہ اور وقار اندر آگئے اور گہری سنجیدگی کے ساتھ وقار نے اس سے کہا تھا۔

"صرف ایک بار عدیل بھائی! ہمیں موقع دے دیں بات کرنے کا جبکہ ہمارا ارادہ خدانخواستہ بالکل بھی آپ کو دھوکا دینے کا نہیں تھا۔" فائزہ نے آگے بڑھ کر بے اختیار اس کے آگے ہاتھ جوڑے تو وہ بس دیکھتا رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"جی!" مثال لمحہ بھر کو کچھ بول ہی نہیں سکی۔

"بیٹا! میں واثق کی مدر ہوں۔ جانتی ہو نا واثق کو تو تم؟" عاصمہ بہت میٹھی سی مسکان چہرے پر لیے اس کے پاس بیٹھی اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

مثال بے ساختہ نظریں جھکا کر رہ گئی۔

"یہ سب جو کچھ ابھی ہوا نہ میرے بیٹے نے ایسا چاہا تھا نہ میں نے خدانخواستہ ایسی کوئی بات سوچی تھی لیکن پتا نہیں کیوں اس وقت سے مجھے کچھ ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے شاید قدرت کی یہی مرضی ہے کہ تم کہیں بھی نہیں جاؤ۔ ہم سے دور۔"

وہ پیار سے اس کی ٹھوڑی ذرا سی اونچی کرتے ہوئے بولی تو مثال بس اس کے صبیح متانت بھرے چہرے کو دیکھتی رہ گئی۔

"یہ بہت نازک لمحے ہیں مثال بیٹا! جس میں تمہاری قسمت کا فیصلہ ہونے جا رہا ہے۔ مجھے اس وقت تمہارے پاس جو آنا پڑا اس کی وجہ سے تم میری بات سمجھ رہی ہو ناں مثال! مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔" عاصمہ بولی تو مثال کچھ پریشان سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"نہیں۔ کسی بھی صورت نہیں میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور رہ گئی دوستی 'اعتبار اور اعتماد کی بات تو وہ سب ختم ہو چکا جس کے بھروسے پر میں یقین کر سکتا تھی تمہارا۔" عدیل کھردرے لہجے میں دوٹوک الفاظ میں بولا۔

"عدیل بھائی! ہم حلف اٹھانے کو تیار ہیں۔ ہمارا مقصد صرف اور صرف مثال کو نہ صرف اپنی بیٹی بنا کر اپنے پاس رکھنے کا تھا بلکہ اس لیلیٰ۔ آپ نہیں جانتے یہ بد خصلت لڑکی کس طرح ہمارے بیٹے کو ہم سے چھین رہی ہے۔" قائزہ چہرے پر مظلومیت لیے کہہ رہی تھی۔

"جان چکا ہوں میں سب کچھ 'اس لڑکی کی حقیقت بھی اور آپ لوگوں کو بھی۔" عدیل طنز سے بولا۔

قائزہ اور وقار ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔

"اگر فہد لیلیٰ کو طلاق دے دے تو بھی آپ انکار کریں گے؟" قائزہ پھر سے بولی۔

"استغفراللہ پڑھیں 'ہم لوگوں نے طلاق جو ہمارے اللہ نے بڑی حالت جبر میں دینے کی اجازت دی ہے 'اس کو کھیل تماشا بنا لیا ہے جبکہ آپ جانتی ہیں 'آپ کا بیٹا ایک بچی کا باپ ہے پھر بھی آپ اتنی سنگ دلی سے یہ بات کہہ رہی ہیں۔" عدیل تڑپ کر بولا تھا۔

"اس لیے تو چاہتے ہیں کہ ہمارے بیٹے کا خون ہماری پوتی ہمارے پاس رہے۔ وہ لیلیٰ اس کی کس طرح پرورش کرے گی۔ ہم جانتے ہیں۔"

"بخدا انکل! یقین کریں نہ ماما 'پاپا کا مقصد آپ کو دھوکا دینا تھا نہ میرا۔ ہم صرف مناسب وقت۔۔۔"

"بس بات ختم ہو چکی ہے۔ بہتر ہے اس کو یہیں ختم کر دیا جائے۔" عدیل سخت بیزاری سے بولا۔

"جبکہ ہم تمہیں ہر طرح کی گارنٹی دینے کو تیار ہیں۔ مثال کے نام گھر ہو گا۔ اس کے نام پر ہر وہ چیز ہو گی جس کے فہد اور ہم مالک ہیں۔" وقار آخری کوشش کے طور پر بولا۔

"اور یہ سب ہم نکاح سے پہلے لکھ کر دیں گے۔ فہد مثال کے ساتھ یہیں رہے گا پاکستان میں۔" قائزہ ملتجی لہجے میں بولی۔

"نہیں۔ یہ ممکن نہیں۔" عدیل خشک لہجے میں کہہ کر باہر نکل گیا۔ تینوں گم صم سے کھڑے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆

"مما! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" پری شاکڈ سی رہ گئی۔ عفت نے عجلت میں اپنے 'دانی کے اور اس کے کچھ کپڑے 'زیور اور کچھ نقدی ایک بیگ میں رکھ لی تھی اور اب پری کو ساتھ چلنے کو کہہ رہی تھی۔

"ہم اب یہاں ایک منٹ بھی نہیں رکیں گے۔" عفت کو ایسے برہم مزاج میں پری نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"ہم کہاں جائیں گے مما؟ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ پریشانی سے بندھے بیگ کو دیکھ رہی تھی۔

"جہنم میں جائیں گے۔ سن لیا تم نے۔ اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ کیا ہم تینوں کو کہیں جگہ نہیں ملے گی؟" عفت زور سے آنکھیں رگڑ کر بولی۔ اسے اپنی بے وقعتی پر رونا آرہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟ کیا پاپا سے لڑائی ہوئی ہے؟" پری ہراساں لہجے میں پوچھنے لگی۔

"بکواس بند کرو اپنی اور دانی کو بلاؤ 'وہ ٹیکسی لے کر آئے 'ہمیں ابھی یہاں سے جانا ہے۔" عفت شدید جذباتی پن سے بولی۔

"اس وقت مما! اتنی رات کو؟" پری شاکڈ تھی۔ اور اندر آتا عدیل وہیں رک گیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں اندر آگیا۔

"عفت! بات کو بڑھاؤ نہیں۔" وہ نڈھال سا بولا۔

"میں بات ختم کر رہی ہوں ہر طرح سے 'آپ کو آج کے بعد آزادی ہو گی 'آپ اپنی مرضی کے فیصلے اپنی لاڈلی کے لیے کریں۔ کوئی بھی آپ کی بیٹی کے شان دار نصیبوں کو بری نظر سے دیکھنے والا نہیں ہو گا اس گھر میں۔" وہ تیز لہجے میں کہتی چلی گئی۔

"عفت! میں بہت پریشان ہوں۔ اس وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"چلو پری!" عفت ایک ہاتھ سے بیگ 'دوسرے سے پری کو گھسیٹتے ہوئے بولی۔

"آؤ میرے ساتھ۔" عدیل نے زور سے عفت کا ہاتھ کھینچا اور اسے اپنے ساتھ لے گیا۔

"مجھے نہیں جانا آپ کے ساتھ کہیں بھی۔" وہ بول رہی تھی جب وہ اسے لے کر قائزہ 'وقار اور فہد کے پاس آگیا۔ اسی وقت عاصمہ اور واثق وہاں آئے تھے۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وقار! نکاح ابھی ہو گا فہد اور مثال کا اور اس کے لیے وہ ساری شرطیں لکھی جائیں گی جس میں مثال کے نام گھر اپارٹی اور دوسری چیزیں ہوں گی۔ میں نکاح خواں کو کال کر رہا ہوں۔ آپ اپنے وکیل کو بلا لیں تاکہ سارے معاملات طے ہو جائیں۔"

وقار 'قائزہ اور فہد بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ پیچھے کھڑے واثق اور عاصمہ سکتے میں کھڑے رہ گئے۔ اندر آتی لیلیٰ نے بے اختیار اپنی بیٹی کو گود میں اٹھاتے ہوئے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔

عفت نے فتح مند نظروں سے عدیل کو دیکھا جو ابھی بھی اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا۔

"اللہ اس طرح بھی انصاف کیا کرتا ہے۔ میرے دل کو یقین تھا۔" صرف وہ تھی جو مسکرا رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)